

تحقیق و تنقید

اکرام اللہ ساجد

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

فَشَهَادَةُ الْأَمْرِ تَنْتَعِلُ شَهَادَةُ جَلِيلٍ

پس دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے!
(صحیح مسلم عن ابن ہشیر)

اخبارات میں کافی دنوں سے قانون شہادت زیر بحث ہے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ حالانکہ اہل علم نے مسئلہ کی وضاحت کر بھی دی ہے کہ:

- ۱۔ حدود و قصاص کے سلسلہ میں عورت کو گواہی کے لیے زعمت نہیں دی جائے گی۔
- ۲۔ رضاعت و عدت وغیرہ کے مسائل میں عورت کی گواہی قابل قبول ہوگی اور مرد مکلف نہ ہوگا۔

- ۳۔ مالی معاملات میں دو مردوں کی گواہی مطلوب ہوگی، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد و دو عورتیں گواہی دیں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

”كَانَ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثُ شَوَاهِدٍ وَامْرَأَتَانِ إِنْ دَابَعَهُمَا (البقرة: ۲۸۲)“

اور قرآن مجید میں جہاں ”رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ“ کا ذکر ہے، وہاں اس کی حکمت بھی بیان فرمادی گئی ہے:

”أَنْ تَشْفَعَا بَعْضُهُمَا فَيُشَدِّكَ بِأَحَدٍ أَهُمَا الْآخَرُ“

کہ ایک جہاں جاتے تو دوسری اس کو یاد دلادے گی۔

مسند تو بالکل واضح ہے، مگر حقوق نسواں کے نام نہاد علمبرداروں نے اسے حیتاں بنا کے رکھ دیا ہے۔ بالخصوص سورۃ البقرۃ کی مندرجہ بالا آیت ان کی ستم رانیوں کا نشانہ بنی ہے کہ ”اَنْ تَضِلَّ اِحَدًا هُمَا فَتُذَكِّرَ اِحَدَاهُمَا الْاُخْرٰى“ کے تحت چونکہ ”گواہی تو ایک ہی عورت (شاہدہ) دے گی، دوسری مذکورہ ہوگی جو شہادت کے کئی حصے کو بھولنے پر اطلاع دے گی؟“ — فلہذا:

”اسلام میں ایک ہی عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔“

— اور پھر اس بنیاد پر تفسیر بالرائے کا جو ادھم مچا اور تفسیر قرآن کے نام پر جو نت نئے شکوے چھوڑے گئے ہیں انھوں نے ان طوفانوں کی ہلاکت خیز نیوں کو بھی مات کر دیا ہے جو بے حجابیوں کی لہروں پر سوار ہو کر لاہور اور کراچی کی سڑکوں پر مچلے تھے۔

سوال یہ ہے کہ ”اَنْ تَضِلَّ اِحَدًا هُمَا فَتُذَكِّرَ اِحَدَاهُمَا الْاُخْرٰى“ کے تحت کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ایک عورت کے بھول جانے کا خدشہ لاحق نہ ہو تو ”بُجِّلَ وَامْرَاَتَانِ“ ”دو مردوں کی بجائے ایک مرد اور دو عورتوں“ کے قرآنی اصول سے منظر نظر کر لیا جائے گا؟ — حکمت و مصلحت خواہ کچھ بھی ہو، شہادت کا انداز خواہ کوئی ہو، اس مذکورہ نصاب میں کچھ بھی بیشی ممکن ہے؟ — اگر جواب اثبات میں ہے کہ ایک عورت کی یادداشت قوی ہونے کی صورت میں دو کی بجائے ایک ہی عورت کی گواہی قابل قبول ہو سکتی ہے، جیسا کہ اس سلسلہ میں کئی آراء سامنے آئی ہیں — تو پھر براہِ کم ہمیں یہ کہنے کی بھی اجازت دیجیے کہ اگر دو عورتوں کی یادداشت کمزور ہے تو پھر تیسری کو، اور اگر اس سے بھی بات نہ بنے تو تیسری کے بعد چوتھی کو بھی ایک مرد کے بجائے گواہی کے لیے لاہر لایا جاسکتا ہے! — ظاہر ہے جہاں تک مرد کا تعلق ہے، اس کی یادداشت کا مسئلہ تو زیر بحث ہی نہیں۔ — اور جب یہ مسئلہ عورت ہی سے متعلق ہے تو پھر کئی تعداد کے علاوہ زیادتی تعداد کا مسئلہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے —

— فامعرو وقد بتر!

— اور جہاں تک ”شاہدہ“ اور ”مذکورہ“ کا معاملہ ہے کہ ”گواہی صرف ایک ہی عورت دے گی، دوسری صرف بھول جانے پر یاد دلائے گی“ یا ”بغیر سننے کی“ تو یہ قرآن مجید کی کس آیت کا ترجمہ ہے؟ —

قرآن مجید نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں یعنی ”اَنْ تَصْنَعَ لِحَدٍّ اِهْمَا فَتَذَكَّرَ اِحْدَاهُمَا
الْاُخْرٰی“ ان سے یہ نتیجہ کشید کرنا کہ ”گو ای صرف ایک ہی عورت دے گی! کہاں
تک درست ہے؟

اس طرح تو کئی اشکال سامنے آئیں گے۔ مثلاً:

- ۱۔ کیا عدالت پہلے سے یہ طے کر لے گی کہ دونوں عورتوں میں سے ایک ”شاہدہ“ ہے
اور دوسری ”مذکرہ“؟
- ۲۔ یہ تعین کیسے کیا پر ہوگی؟۔ جبکہ دونوں عورتوں میں سے ہر ایک ”شاہدہ“ بننے
کی صلا حیت بھی رکھتی ہے اور ”مذکرہ“ بننے کی بھی۔ قرآن مجید کے الفاظ کا ترجمہ
تو یہی ہے کہ ”ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے“۔ ”شاہدہ“ اور ”مذکرہ“
کی تقسیم کے تحت بھولنے والی کون ہوگی اور یاد دلانے والی کون؟
- ۳۔ دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک، خواہ وہ ”شاہدہ“ ہو یا ”مذکرہ“، جس معاملہ پر شہادت
مطلوب ہے، اس کے لیے موقع کی گواہ ہونا دونوں کے لیے ضروری ہے۔
ورنہ ”شاہدہ“ ”شاہدہ“ نہیں ہو سکتی اور ”مذکرہ“، کی تذکرہ لے معنی ہے ”لہذا شہادت و تذکرہ
دونوں ہی شہادت کے زمرہ میں آئیں گی۔ اس بناء پر یہ کہنا کہ ”شہادت
تو ایک ہی عورت دے گی۔۔۔۔!“ کہاں تک درست ہوگا؟
- ۴۔ اگر ایک عورت شہادت دیتی ہے اور دوسری خاموشی سے ”بغور سنتی رہتی ہے“
کہ وہ بھولی نہیں لہذا یاد دلانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اب کیسی یہ
خاموش رہنے والی پھر ”مذکرہ“ ہی کہلائے گی؟
- ۵۔ ایک معاملہ اگر دونوں عورتیں ایک دوسری کو یاد دلاتی ہیں، تو دونوں ”مذکرہ“ ہوں گی
پھر ”شاہدہ“ کون ہوگی؟
- ۶۔ ”رَجُلَيْنِ“ کی بجائے ”رَجُلٍ وَامْرَأَتَانِ“ کا نصاب تو بہر حال پورا کرنا ہے۔
شق مٹا کے تحت اگر ”مذکرہ“، ”مذکرہ“ ہی نہیں اور شق مٹا کے تحت دونوں
ہی ”مذکرہ“ ہیں، ”شاہدہ“ کوئی بھی نہیں تو ”وَامْرَأَتَانِ“ کی اس تفسیر ”ایک ”شاہدہ“
اور دوسری ”مذکرہ“ کے تحت یہ نصاب کیونکر پورا ہوگا؟
- ۷۔ اور سبھی سی بات تو یہ ہے کہ ”شاہدہ“ کے ساتھ ”مذکرہ“۔۔۔

”شاہدہ“ کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ — اس سوال کا جواب اگر عنایت فرما دیا جائے تو مستند خود بخود ہی حل ہو جائے گا کہ:

”دو مردوں کی شہادت، ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے برابر ہے!“

— اور

”ایک مرد کی شہادت، دو عورتوں کی شہادت کے برابر ہے!“

— اور یہی قرآن مجید کا مقصود بھی ہے، ورنہ جہاں تک ”أَنْ تَصِلَ أَحَدَاهُمَا فَتُحْذَرِ أَحَدَاهُمَا الْآخَرَى“ کا تعلق ہے تو یہ:

دو عورتوں کی شہادت = ایک مرد کی شہادت

کی وجہ مذکور ہوئی ہے۔ جس میں عورت کی فطرت کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور جس میں اس کا اپنا کوئی تصور بھی نہیں — نہ اس سے ”شاہدہ“ اور ”مذکورہ“ کی تعیین و تعریف مراد ہے — پس یہ کہنا کہ ”گو اہی تو ایک“، ہی عورت دے گی، دوسری صرف بھول جانے پر یاد دلاتے گی۔ از روئے قرآن سراسر باطل و بیکار ہے اور عقل و نقل سے بھی بعید!

(مزید اطمینان کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر فتح القدیر جلد اول ص ۳۰۲)

تفسیر خازن جلد اول ص ۲۵۸، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۵، ۲۵۶

علاوہ ازیں ہم اپنے موقف کی تائید میں قرآن مجید ہی سے ایک اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ:

قرآن مجید میں ”فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ“ کے بعد ”مَنْ تَزَوَّنَ مِنَ الشُّمَادِ“ کے الفاظ مذکور ہیں۔ لہذا ”رَجُلَيْنِ“ یا ”رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ“ (اور بقول مفسرین ”م رجل، شاہدہ اور مذکورہ) ان سب پر شہداء ہی کا اطلاق ہوگا — لہذا یہ کہنا کہ ”گو اہی تو ایک ہی عورت دے گی، دوسری صرف بھول جانے پر یاد دلاتے گی“ نص قرآنی کے یکسر خلاف ہے۔ فنو المطلوب!

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، مذکورہ بالا آیت قرآنی کی تفسیر میں کئی آراء سامنے آتی ہیں، جن سے اپنے من مانے مطالب کشید کرنے کی کوشش کی گئی ہے — لیکن افسوس کہ ان تمام ”مفسرین“ میں سے کسی نے بھی ”مَنْ تَزَوَّنَ مِنَ الشُّمَادِ“ کے حرف ”ان“ (دال کو

معلوم خطا نہیں رکھا کہ ”اگر دومرد نہ ملیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں“ رَدَّ جُذُو (امْرَأَتَا) کی ضرورت پیش آئے گی، ورنہ دومردوں کے ہوتے ہوئے عورتوں کو مالی معاملات میں بھی شہادت کے لیے زحمت دینے کی ضرورت ہی نہیں!

— اگر بات اب بھی سمجھ میں نہ آئی ہو تو ہم دوبارہ عرض کیے دیتے ہیں کہ ”اِنْ حُرِّفَ شَرْطُہٗ لِمَا اَيَّرَ مرد اور دو عورتوں کی شہادت کا معاملہ مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ ”جب دومرد نہ ملیں“ — اور اگر یہ انتظام ہو جاتا ہے تو دوسرا انتظام (جس میں) عورتوں کی ضرورت بغیر من سہولت، قبادل ہے) کو نا ضروری ہی نہیں ہے، کجایہ کہ اس سے ۱=۱ کا نتیجہ حاصل کرنے کے لیے پھینچ تان کی جاتے! — جیسا کہ اسی آیت میں اس سے قبل ”وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ“ (کہ اپنے مردوں میں سے دو کواد کر لیا کرو) کے الفاظ سے ظاہر ہے — ہاں اگر ”دومرد نہ ملیں“ تو پھر بغیر من سہولت ”ایک مرد اور دو عورتیں (مل کر گواہی دیں گی!)“ — اور ایک مرد کی بجائے دو عورتیں اس وجہ سے ”تاکہ ایک بھول جاتے اور دوسری یاد دلا دے!“

— فرمایا اللہ رب العزت نے:

”كَذَلِكَ نَقْضِلُ الْاَيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ“

قرآن مجید کے الفاظ ”اَنْ تَضِلَّ اِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ اِلْحَادَاهُمَا الْاٰخَرٰى“ واضح طور پر یہ بتلاتے ہیں کہ بھولنے اور یاد دلانے کا یہ معاملہ عورت کے ساتھ مخصوص ہے، مرد کے سلسلہ میں یہ بات نہیں۔ لہذا خود قرآن مجید کی نظر میں عورت کا کسی بات کو بھول جانا ظاہر و باہر ہے اور اسی بناء پر شہادت کے لیے اس کے ساتھ دوسری عورت کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے — جس سے ایک تو ”دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر“ ہوئے کی واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے اور دوسرے اس سے عورت کی عقل کے نقصان کی حقیقت پر استدلال ہوتا ہے۔

اب ذرا ایک نظر حدیث رسول اللہ پر بھی ڈال لیجئے:

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

”يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَعْلَمْنَ مَا فِىْ اَرْبَعٍ كُنَّ فِىْ رَاٰهْلِ النَّسَاءِ“

فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تُكْتَرَنَ اللَّعْنَةُ وَتُكْتَرَنُ الْعَشِيرَةُ مَا
رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبِ الرَّجُلِ الْحَاظِمِ
مِنْ إِحْدَاكُنَّ— قُلْنَا وَمَا نَقْصَانٌ وَدِينًا وَعَقْلًا
يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ أَلَيْسَ شِمَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ
شِمَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَا بَلَى— قَالَ فَذَا لِكَ مِنْ نَقْصَاتِ
عَقْلِكُمَا قَالَ أَلَيْسَ إِذَا حَاصَنَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ قُلْنَا
بَلَى— قَالَ فَذَا لِكَ مِنْ نَقْصَانٍ وَدِينِكُمَا“

(بخاری، مسلم عن ابی سعید الخدریؓ)

کہ ”اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو، اس لیے کہ تمہاری کثیر تعداد مجھے جہنم میں
دکھلائی گئی ہے۔“ عورتوں نے کہا، ”یہ کس وجہ سے؟ اے اللہ کے رسولؐ؟“ فرمایا،
”تم لعنت زیادہ بھیجا کرتی ہو اور خداوند کی ناشکری کرتی ہو، میں نے نہیں
دیکھا کہ باوجود عقل و دین کے نقصان کے مردوں کی موت مارنے والی تم سے
بڑھ کر کوئی ہو؟“ عورتوں نے کہا، ”اے اللہ کے رسولؐ، ہمارے دین و عقل
کا کیا نقصان ہے؟“ آپؐ نے فرمایا ”کیا ایک عورت کی شہادت
ایک مرد کی نصف شہادت کے برابر نہیں؟“ عورتوں نے کہا، ”کیوں نہیں؟“
آپؐ نے فرمایا، ”یہ ان کی عقل کے نقصان سے ہے!“ پھر آپؐ نے
فرمایا، ”کیا ایسا نہیں کہ ایام مخصوص میں عورت نہ تو نماز پڑھ سکتی ہے اور
نہ روزہ رکھتی ہے؟“ عورتوں نے کہا، ”درست ہے!“ آپؐ نے
فرمایا، ”یہ اس کے دین کے نقصان سے ہے۔“

— ملاحظہ فرمایا آپؐ نے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سقہ
واضح الفاظ میں قرآن مجید کی تائید فرماتی ہے اور ان دونوں کا آپس میں کس قدر گہرا تعلق
ہے؟— ہمیں تعجب ہے کہ اس قضیہ کو پٹانے کے لیے ”مفسرین کرام“ میں سے کسی
نے بھی رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس دو ٹوک فیصلہ کا حوالہ کیوں نہیں دیا؟۔
خدا کے بندو، الفاظ کے گورکھ دھندایا مرد و عورت کی ہمدردی و عداوت کے نام پر بات
کو گھمانے پھرانے سے مسائل و مسائل کے حوالہ سے قرآن مجید کا مفہوم سمجھنے

کے لیے ہمیں اس ہستی کی شدید ضرورت ہے جس پر یہ قرآن نازل ہوا اور جس کی بعثت کا مقصد اسی قرآن مجید میں یوں بیان ہوا کہ:

”وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ (آل عمران: ۱۶۴)
 ”..... اور (یہ رسول) انہیں (مسلمانوں کو) کتاب و حکمت سکھاتا ہے!“
 اور:

”وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ“ (الشع: ۴۸)
 ”ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں!“

نیز فرمایا:
 ”وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِلْبَيِّنِ لِمَا أَلْهَى
 اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“ (البقرہ: ۱۲۹)
 کہ ”ہم نے آپ کی طرف کتاب اس لیے اتاری ہے کہ آپ اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں، جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے، نیز ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے!“

لیکن اس کے باوجود اگر اس مسئلہ کے تصفیے کے لیے اس معلم انسانیت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف رجوع نہیں کیا گیا تو اس پر یہی کہنا جاسکتا ہے کہ وہاں میں ضرور کچھ کالا ہے!

ورنہ سلف کا طریق تفسیر تو یہی تھا کہ وہ قرآن مجید کا مفہوم خود قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں متعین کرتے تھے۔ آئیے ذرا تفسیر ابن کثیر کے اس مکتان کی سیر کریں جہاں ”قال اللہ“ اور ”قال الرسول“ کے رنگارنگ پھول جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت ۲۸۲ کے تحت لکھتے ہیں:

”فَبَاتَ لَوْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ“
 وَهَذَا إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْأُمُورِ وَمَا يُنْصَدُّ بِهِ الْمَالُ وَ
 إِنَّمَا أُقِيمَتِ الْمَرَأَتَانِ مُقَامَ الرَّجُلِ لِنُقْصَابِ عَقْلِ

السَّوَادُ كَمَا قَالَ مُسْلِمٌ فِي مَحَبِّهِمْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَالْكَثْرُنَ إِلَّا سِتْفَعَارَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِمَّنْ جَزَلَتْ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتُكْفِرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِيذِي لَبٍّ مِّنْكُمْ» قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ «مَا نَقْصَاتُ الْعَقْلِ وَالْدِّينِ؟» قَالَ «أَمَّا نَقْصَانُ عَقْلِنَا فَشِمَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تُعْدِلُ شِمَادَةَ رَجُلٍ فَمِنْهَا نَقْصَاتُ الْعَقْلِ..... الخ ۱» (تفسير ابن كثير ج ۳ ص ۳۷)

کہ ”اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں اور یہ صرف مالی معاملات میں ہے اور دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام عورت کی عقل کے نقصان کی بناء پر بنائی گئی ہیں جس طرح کہ مسلم شریف کی روایت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ”اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اور استغفار کثرت سے کرو، کیونکہ میں نے تمہاری اکثریت اہل النار میں سے دیکھی ہے! اس پر ایک عورت نے کہا، ”ہمارے اکثر اہل النار میں سے ہونے کی کیا وجہ ہے؟“ فرمایا، ”تم لعنت زیادہ بھیجتی ہو اور غاوند کی ناشکری کرتی ہو، میں نے نہیں دیکھا کہ ناقصات عقل و دین ہونے کے باوجود ذہن عقل پر تم سے بڑھ کر کوئی غالب ہو!“ اس عورت نے پوچھا، ”اللہ کے رسول! ہمارے دین و عقل کا نقصان کیا ہے؟“ فرمایا، ”عقل کا نقصان تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے!“ الخ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری ”کتاب الشهادات“ میں یوں باب

باندھا ہے :

”بَابُ شِمَادَةِ النِّسَاءِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا جُلَيْنِ فَرَجُلٍ وَامْرَأَتَانِ“

اور اس کے مابعد یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

”عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَيْسُ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ — قُلْنَا بَلَى — قَالَ نَذَا إِلِك مِنْ نَقْصَانِ عَقْلِمَا!“
 کہ ”نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا ایک عورت کی شہادت مرد کی نصف (۱/۲) شہادت کے مثل نہیں؟“ ہم نے عرض کی کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا، ”یہ عورت کی عقل کے نقصان سے ہے!“
 وَلَعَلَّ فِيهِ كِفَايَةٌ لِمَنْ لَهُ دَرَايَةٌ“

بات اگرچہ طویل ہو جائے گی تاہم یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ ہفت روزہ ”الاعتصام“ ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء کی اشاعت کے ایک مضمون میں صاحب مضمون نے تحریر فرمایا ہے:

”امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے: ”إِنَّ شَهَادَتَهَا مَعَهَا تَجْعَلُهَا كَشَهَادَةِ الرَّجُلِ فَقَدْ أَبْعَدَ“

”یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کی شہادت دوسری سے مل کر مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے، ان کا یہ قول عقل و نقل سے بعید سے — صحیح صورت وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ دونوں میں سے شہادت تو ایک عورت دے گی، دوسری ”مذکرہ“ یاد دلانے والی ہوگی!“ (ص ۵)

ہمیں انوس ہے کہ یہاں صاحب مضمون سے (جو ہماری نظروں میں انتہائی محترم ہیں) سہو ہو گیا ہے یا انہوں نے غور نہیں فرمایا۔ ابن کثیرؒ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

”إِنَّ شَهَادَتَهَا تَجْعَلُهَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ فَقَدْ أَبْعَدَ“

جبکہ صاحب مضمون نے ”كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ“ کی بجائے ”كَشَهَادَةِ رَجُلٍ“ کے الفاظ نقل فرماتے ہیں۔ اور یہیں سے معاملہ کچھ سے کچھ ہو گیا ہے۔ گویا یہی وہ نقطہ ہے جس نے محرم سے محرم کر دیا۔ ہے اور جس کی بناء پر انہوں نے استدلال فرمایا ہے کہ: ”صحیح صورت وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ دونوں میں گواہی تو ایک

عورت دے گی، دوسری صرت مذکورہ یاد دلانے والی ہوگی!“

چنانچہ ان کا پورا مضمون اسی نقطہ کے گرد گھوم کر رہ گیا ہے۔

اصل صورت حال یہ ہے کہ امام صاحب نے یہاں ایک عجیب و غریب تفسیر کی تردید فرمائی ہے کہ بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ:

”جب ایک عورت بھول جاتے گی تو دوسری اس کے ساتھ شامل ہو کر

اسے مذکور (متنار مرنٹ) بنا دے گی“۔ اور یہ اس صورت میں جب ”تذکرہ“

کو بغیر تشدید کے ”تذکرہ“ پڑھا جائے گا۔ چنانچہ امام صاحب لکھتے ہیں:

”إِذَا نَسِيتِ الشَّيْءَ (فَتُذَكَّرُ إِحْدَاهُمَا الْآخَرَى) أَحْفَ

يُحْصَلُ لِمَا ذُكِرَ بِمَا وَفِيَ بِهِ مِنَ الشَّيْءِ فِي هَذَا قَرَأَ آخَرُونَ

فَتُذَكَّرُ بِالتَّشْدِيدِ مِنَ التَّذَكُّرِ وَمَنْ قَالَ إِنَّ شَيْئًا تَمَّا

مَعَهُمَا تَجْعَلُهُمَا كَشَيْءٍ آدَةٍ ذَكَرَ فَقَدْ أَبْعَدَ وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ“

کہ ”جب ایک عورت بھول جاتے گی تو ان دونوں میں سے ایک دوسری کو

واقعہ یاد دلانے کی اور اسی قرارت کے ساتھ دوسرے قارئین کے

قرارت کی ہے یعنی ”تذکرہ“ تشدید کے ساتھ تذکار دیا دلانے سے ہے۔

اور جس نے اسے ”تذکرہ“ پڑھا ہے اور کہا کہ اس کی شہادت اس کے

ساتھ مل کر لے ذکر کی شہادت کا اند بنا دے گی، تو یہ بعید سے صحیح صورت

پہلی ہی ہے (کہ اسے تشدید کے ساتھ ”تذکرہ“ یاد دلانے کے معنی میں

پڑھا جائے گا نہ کہ ”تذکرہ“ مذکور بنانے کے معنی میں)!“

_____ اور یہی مضمون دوسری تفسیر دل سے بھی ثابت ہے دلائل مفہوم فتح القدیر

الکشاف، الخازن)۔ بلکہ بعض نے تو یہ تصریح ہی کی ہے کہ ”تذکرہ“ ”تذکرہ“ کے

مقابلے میں ہے۔ یعنی بھول جانے کے بالمقابل یاد دلانا، لہذا ”تذکرہ“ پڑھنا

غلط ہے! ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو امام صاحب خود ایک بات لکھ کر کہ ”دو عورتیں“

عورت کی سہل کے نقصان کی بنا پر، ایک مرد کے قائم مقام بنائی گئی ہیں۔“ پھر اس کی

تائید میں حدیث رسول (دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے)

بھی پیش کر کے اس کی تائید کی ہے۔ لہذا امام صاحب مضمون نے تحریر

فرمایا ہے کہ:

”جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کی شہادت دوسری سے مل کو مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے، ان کا یہ قول عقل و نقل سے بعید ہے۔ صحیح صودت دہی ہے کہ دونوں میں شہادت تو ایک عورت دے گی، دوسری مذکورہ یاد دلنے والی ہوگی!“

— یہ تو حدیث رسول اللہ کے صریح خلاف ہے، اور ”جو لوگ یہ کہتے ہیں“ کی زد براہ راست رسول اللہ کی ذات گرامی پر پڑتی ہے — العیاذ باللہ!

— اور جبکہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کی گواہی کو ایک مرد کی نصف گواہی کے مثل قرار دیا ہے — تو صحیح یہی ہے کہ یہ دو نصف شہادتیں (دَا مَرَأَتَانِ) مل کر ہی ایک شہادت (رَجُلٌ) کے قائم مقام بنیں گی!

— امید ہے صاحب مضمون اس جسارت پر ہمیں معاف فرمائیں گے۔ تاہم افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ مضمون روزنامہ ”جنگ“ میں چھپا اور نہ صرف علماء اہل حدیث میں سے کسی نے اس کا نوٹس نہ لیا، بلکہ اس کے بعد ہفت روزہ ”اہل حدیث“ اور پھر اس کے بعد ہفت روزہ ”الاعتصام“ میں بھی اسے من و عن چھاپ دیا گیا۔ بغیر یہ تحقیق کیے کہ اس کے بعض مندرجات حدیث رسول اللہ سے مطابقت نہیں رکھتے اور نہ ہی یہ زحمت فرمائی گئی کہ امام ابن کثیرؒ سے منسوب مندرجہ بالا عبارت کو تفسیر ابن کثیر میں ایک نظر دیکھ لیا جاتا — بہر حال ایک ایسی جماعت کے لیے، جو ہمدردی کہانے میں فخر محسوس کرتی اور تقلید کی بجائے اتباع رسول اللہ کا دم بھرتی ہے، ایسی تقلید کی مثال قائم کرنا نرم سے نرم الفاظ میں بھی عبرتناک نہیں تو اور کیا ہے؟

۵

وائے ناکامی مستراح کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

— اور یہاں تعادلت، مرد و زن یا حقوق و مساوات کی بحث کہاں سے ٹپک پڑی؟ —
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:
 ”الْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ!“
 کہ ”جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔“

اسی طرح مشہور حدیث ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضری دے کر سوا لیا:
 ”اللہ کے رسولؐ، میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟“ — فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، ”تیری ماں!“ — سائل نے عرض کی، ”اللہ کے رسولؐ، پھر کون؟“
 فرمایا، ”تیری ماں!“ — تیسری مرتبہ سائل نے پوچھا، ”اللہ کے رسولؐ، پھر کون مستحق ہے؟“
 فرمایا ”تیری ماں!“ — اور چوتھی مرتبہ سائل نے جب یہی سوال دہرایا تو فرمایا رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، ”تیرا باپ!“

(بخاری، مسلم۔ بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ)

عورت کی حیثیت صرف بیوی کی نہیں، وہ ماں بھی ہے، بہن بھی اور بیٹی بھی! — اور
 ان تین حیثیتوں میں اسلام نے اسے جو کچھ عطا فرمایا ہے، کیا کوئی دشمن عقل و خرد اس میں کیڑے
 نکال سکتا ہے؟ — اور بیوی کی حیثیت میں بھی اسلام نے عورت پر کون سے تم ڈھائے
 ہیں؟ — رہی بات مرد کی، تو قرآن مجید میں محض شرط عدل کے ساتھ مرد کو چار بیویوں تک
 کی اجازت ہے۔ کیا یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ یہاں پاکستان میں ان گھرانوں کی اوسط
 تعداد کیا ہے جن میں ایک سے زیادہ بیویاں آباد ہیں؟ — اور جہاں اکیم، چند ایک،
 ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں، وہاں بھی ہمارے موجودہ عائلی قوانین کی رو سے یہ پہلی بیوی کی
 اجازت سے بڑا ہے۔ کیا قرآن مجید میں اجازت کی یہ شرط موجود ہے؟ — اگر
 اسے ظلم کا نام دیا جائے تو ظالم کون ہے؟ اور اس ظلم پر احتجاج کے لیے مردوں نے آج تک
 کتنے جلوس نکالے؟ — کتنے بیان داغے؟ — کس حد تک شور مچایا؟ — ”جنت
 ماں کے قدموں میں ہے“ — کسی باپ نے آج تک اس پر احتجاج کیا؟ — یا
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقوق کے سلسلہ میں تین دفعہ ماں کا نام لیا اور مرتبہ
 ایک (چوتھی) مرتبہ باپ کا نام لیا، اس پر کوئی مرد معترض ہوا؟ — اور اس کے باوجود بھی
 عورتوں ہی کو جلوس نکالنے کی ضرورت پڑی؟ — پھر یہ دیکھو خواتین بھی مرد ہی

میتیں، جنہوں نے بھرے مجموعوں میں ان جنوس مخالفین والیوں کی مذمت کی؟ — یا یہ
مرد بھی خواتین ہیں جن کے مضامین عورت کی ہمدردی نہیں اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں؟
اور اس کے لیے کتاب و سنت کی واضح تعلیمات کو بھی پس پشت ڈال دیا گیا ہے!
— ہم پوچھتے ہیں، وہ فہرستی ظلم کہاں ہے جس پر یہ شور مچایا جا رہا ہے؟ — ہم
واضح لفظوں میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قانون شہادت کی ان تمام بحثوں میں خود قانون شہادت
زیر بحث ہی نہیں ہے، بلکہ ان بحثوں کا مقصود و مطلوب وہ بے راہ روی، عیاشی، ہمارت
اور اسلام کی عائد کردہ ان پابندیوں سے بغاوت ہے، جو ان عیاشیوں اور فحاشیوں پر ندرغ
لگاتی ہیں — ورنہ آج ہمارے معاشرہ میں عملی طور پر عورت کی شہادت کی نسبت مالی
معاملات میں بھی کہاں تک پیش آتی ہے؟ — اور اگر ایک عورت کی شہادت ایک
مرد کی شہادت کے برابر (۱=۱) کا اصول تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے عورت کی ذلت
میں بے حجابانہ ملازمت کا جواز مہیا ہو جائے گا یا بے پردہ بازاروں میں پھرنے اور بن سٹور
کے غیر مردوں سے اختلاط کی پابندی اس پر سے اٹھ جائے گی؟ — کیا یہ حقیقت نہیں
کہ یہ جنوس ان عورتوں نے نگاہیں جو پردے کو خیر باد کہہ کر بے حجابی کو گلے لگا چکی ہیں؟ —
کیا یہ وہی عورتیں جنہوں نے علماء کرام کی داڑھی کو ”جنگل“ کا نام دیا، زنا کے مجرم کو
”مظلوم“ گردانا اور شادی کو ایک ”گھناؤنے بندھن“ سے تعبیر کیا؟

(ملاحظہ ہو روزنامہ جہارت ۱۰ مارچ ۸۳ء)

خدا شاہد ہے، ہم ایک مرد ہونے کے ناطے بھی عورت کو بے حد محترم خیال کرتے
ہیں۔ — باتیں، بنیادیں اور بیسیل سبھی ہماری نظروں میں انتہائی قابل قدر ہیں، اور
ازدواجی زندگی میں بھی عورت کو اس کے اسلامی حقوق کا تحفظ دینے کے قائل ہیں کیونکہ
ہماری نظر میں بُرائی بھلائی کا معیار بھی کامرد و عورت ہونا نہیں، بلکہ اس کا معیار دین اسلام
کے وہ فطری قوانین ہیں جن کے شارع خود اللہ رب العزت ہیں اور جن کی تعلیم رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہے۔ — کوئی مرد ان قوانین سے بغاوت کا مرتکب
ہو گا تو ہم اسے اچھا نہیں کہیں گے، اور اگر کوئی عورت ان قوانین کو اپنے لیے راہنما بنائے گی
تو ہم اس کی عظمت کو خراج تحسین پیش کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیں گے! — لیکن
جب عورت ہی بے عورت ہو جائے تو اسے یہ سوچ لینا چاہیے کہ لٹریچر فیسٹ“ کا وہ اصول

بیچ کہاں گیا؟ جس کے تحت ایک مرد بیتی بس میں اپنی سیدٹ سے دست بردار ہو کر بسے اپنی بہن، بیٹی یا ماں کے لیے خالی کر دیا کرتا تھا۔ لیکن آج وہ اپنی سیدٹ پر بیٹھا آرام سے سو جاتا ہے۔ اس بات سے بالکل بے پروا، کہ اس کے قریب ہی ایک بہن کی گود میں بچہ ہے، اس کے ایک ہاتھ میں ٹھٹھری ہے اور دوسرے ہاتھ سے بچے کو سہارا دیتے اور اپنے لیے سہارا لینے کے باوجود چلتی بس میں اپنا توازن برقرار رکھ لینا بھی اس کے لیے دشوار ثابت ہو رہا ہے۔ ہاں اگر اپنی اس بہن کی مصیبت کا خیال اس کے دل میں آتا بھی ہے تو ”مساوات“ کا دوسرا خیال اس کو دوبارہ بے فکر ہو کر سو جانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ بے نسبت خواہ کیا تو ایسی ”مساوات“ کی تلاش میں ہے۔ اور کیا بات یہیں تک محدود رہے گی؟ خدا ملے ڈر، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کر، یقیناً دنیا اور آخرت میں تیرا بھلا ہوگا۔ دراعلینا الا البلاغ!

۱۔ اور یہ مصیبت ایسی مصیبت ہے کہ ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں بیٹھ کر سفر کرنے والی بیگمات اس کا تصور تک نہیں کر سکتیں۔ اور یہ جلوس بھی انہی بیگمات نے نکالے ہیں۔ خدا را ”مستحق سوال“ کے نام پر کوئی ٹوفان کھڑا کرنے سے پہلے یہ تو اندازہ کر لیا کرے، کہ اس کے اثرات ان کی غریب بہنوں پر کیا مترتب ہوں گے؟

جناب قاری نعیم الحق صاحب

شعر و ادب

سیاست

جس کی باتوں میں شفا ہو اسے بیمار نہو
وہ جو حالات کی شدت سے سرورہ گر جاتے
سنگریز سے ہیں فقط ہاتھ میں اُن کے لیکن
بھول تو بھول ہیں کانٹے بھی اُگتے ہوں جہاں
جبکہ دشمن ہے قوی تر تو ٹٹکنے کے لیے،
لوگ تو لوگ ہیں الفاظ بدل جاتے ہیں
ہاں رقیبوں کی رقابت کا تقاضا ہے یہ

جس کی فطرت میں وفا ہو اُسے غدار کہو!
غم کے مارے ہوئے اس شخص کو میخوار کہو
ہم سے کہتے ہیں کہ اُن کو دُرِ شہوار کہو!
ایسے دیرانِ بیابان کو گلِ نزار کہو!
اپنی ٹوٹی ہوئی لکڑی کو بھی تلوار کہو!
جو نمک زخم پہ چھڑکے اُسے غنوار کہو
اُس خفا کا ستار کہو کو دلدار کہو!